جلد ۲۹ | ۹ ماہ تبوک ۱۳۲۰ ہش | ۱۶ ماہ شعبان ۱۳۶۰ ھ | ۹ ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء | نمبر ۲۰۶

مدینۃ المسیح

قادیان ۷ - تبوک ۱۳۲۰ ہش۔ ڈلہوزی سے جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ۵ تاریخ کے خط میں لکھتے ہیں۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔ حضور کے اہل بیت و خدام بخیر و عافیت ہیں:۔

حرم اول حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو آج بھی حرارت رہی۔ احباب دعائے صحت کریں:۔

ہز ایکسی لنسی وائسرائے ہند کی تحریک کے ماتحت آج قادیان میں جنگ میں کامیابی کے لئے دعا کی گئی۔ بعد نماز عصر تمام محلہ جات کے احباب مسجد اقصےٰ میں جمع ہوئے۔ جہاں حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے حاضرین سمیت دعا کی:۔

افسوس سے لکھا جاتا ہے۔ کہ میاں علام مجتبےٰ صاحب کے بڑے بھائی غلام محمد صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ کل ۷۷ سال کی عمر میں چند روز لعارضہ بخار ملیریا بیمار رہنے کے بعد وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعد نماز مغرب حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور مرحوم کو مقبرہ بہشتی کے قطعہ صحابہ میں دفن کیا گیا۔ احباب بلندیٔ درجات کے لئے دعا کریں:۔ اللھم اغفرہ وارحمہ ...

نظارت دعوت و تبلیغ کی طرف سے گیانی عباد اللہ صاحب اور مولوی محمد احمد صاحب کو قادر آباد ...

ہندوستان میں ملیریا کی تباہ کاریاں

ہندوستان جن گوناگوں مصائب و نوائب کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ ان میں ملیریا کی مصیبت بہت اہم۔ اور نہایت خطرناک ہے۔ یورپ کے بعض محققین کی رائے ہے۔ کہ ہندوستان میں لوگوں کے اندر جو عام طور پر نکما پن۔ پست ہمتی عزائم و ارادوں کی کمزوری۔ غیر مستقل مزاجی۔ کام سے جی چرانا۔ افسردگی و کاہلی وغیرہ پائی جاتی ہے یہ سب اسی نامراد مرض کے اثرات ہیں۔ اور لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے۔ جو گو بخار کے شدید حملہ سے تو محفوظ رہتی ہے۔ لیکن اس پر ملیریا کے اثرات ضرور پڑتے ہیں:۔

حال میں ایک مشہور امریکن سائنسدان ڈاکٹر پال این رسل نے اپنی تحقیقات کے نتیجہ میں بیان کیا ہے۔ کہ ہندوستان میں ہر روز ۲۸۸ اشخاص ملیریا سے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور کم سے کم دس کروڑ انسانوں پر ہر سال اس کا حملہ ہوتا ہے۔ یہ نقصان اتنا نقصان ہے کہ اس کے انسداد کے لئے جہاں حکومت کو اپنی کوششوں میں مزید وسعت اختیار کرنی چاہیئے۔ وہاں پبلک کو بھی اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور مچھروں کے انسداد کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

گزشتہ سالوں میں قادیان میں مجلس خدام الاحمدیہ اس سلسلہ

روزنامہ الفضل قادیان - ۱۶- ماہ شعبان ۱۳۶۰ھ

گندم کی گرانی اور حکومت کا فرض

ایک گزشتہ پرچہ میں حکومت کی توجہ گندم کی گرانی اور اس سے متوقع خطرات کی طرف دلائی جا چکی ہے غالباً گزشتہ سال پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا تھا۔ کہ چار روپے من تک بھاؤ کو حکومت برداشت کرے گی۔ البتہ اس سے زیادہ ہو جانے کی صورت میں مداخلت کی جائے گی۔ لیکن آجکل نرخ چار روپے من سے بڑھا ہؤا ہے اگرچہ بروقت بارشیں ہو جانے کی وجہ سے آئندہ کی فصل بھی خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی تیار ہو رہی ہے۔ مگر گندم کی ارزانی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور پنجاب کے شہروں میں اس وقت قریباً پانچ روپے من تک نرخ پہونچ چکا ہے۔ اور حال میں ہندوستان کی گندم کے ذخائر کی خرید کی وجہ سے احتمال ہے۔ کہ اور بھی بڑھ جائے گا۔ یہ خریداری حکومت نے ایران کی امداد کے لئے کی ہے۔ ایران نے تو اپنے ہاں کی گندم جرمنوں کو فروخت کر کے رقم وصول کر لی۔ اب انگریز جو وہاں پہونچے۔ تو لوگوں کی فاقہ کشی کو دیکھ کر ان کے لئے اناج کا مہیا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہوئے کوئی سات ہزار ٹن گندم ایک بار اور قریباً پانچ ہزار ٹن دوسری بار بھیج چکے ہیں۔ اس مانگ نے یہاں نرخ اور بڑھا دیئے ہیں۔ اور اگر یہی عالم رہا۔ تو ابھی اور بڑھیں گے:۔

پچھلے دنوں خبر شائع ہوئی تھی۔ کہ حکومت ہند عنقریب گندم کے نرخوں پر کنٹرول کرنے والی ہے۔ اور اس مصیبت کو کم کرنے کے لئے ہندوستان میں گندم کی درآمد پر محصول اڑا دیا جائے گا۔ ٹیرف ایکٹ کے رُو سے حکومت ہند ایسا کرنے کی مجاز ہے۔ مگر اب تک ہؤا کچھ بھی نہیں اگر حکومت کچھ کرنا چاہتی ہے۔ تو جلد سے جلد کرنا چاہیئے۔ اور جن سرمایہ داروں نے نفع اندوزی کے لئے گندم کے ذخائر دبا رکھے ہیں ڈیفنس آف انڈیا رولز کے ماتحت انہیں مجبور کرنا چاہیئے۔ کہ انہیں باہر نکالیں اور مقررہ نرخ پر فروخت کریں:۔

یارانِ تیز گام نے محمل کو جالیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم کی وفات پر ایک نوٹ

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

ابتدائی زمانہ کے پاک نفس بزرگ

"الفضل" مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۴۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا وہ خطبہ شائع ہوا ہے۔ جو حضور نے مورخہ ۲۲ ۸ ۴۱ کے جمعہ میں فرمایا تھا۔ اس خطبہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کی وفات کا ذکر کر کے جماعت کو ان پاک نفس بزرگوں کی قدرشناسی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جنہوں نے ابتدائی زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ساتھ دے کر اور ہر قسم کی تلخی اور تنگی اور قربانی میں حصہ لے کر محبت اور اخلاص اور وفاداری کا اعلےٰ ترین نمونہ قائم کیا ہے۔ اسی مبارک گروہ میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم بھی شامل تھے۔ جن کے متعلق میں اس مضمون میں بعض خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں:۔

دریافت حال کے لئے خط

غالباً ۱۸ اگست کی تاریخ تھی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ ڈلہوزی میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ مجھے حضرت منشی صاحب مرحوم کے بھانجے منشی کظیم الرحمٰن صاحب کے ایک خط سے یہ اطلاع ملی۔ کہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ میں سخت بیمار ہیں اور حالت تشویشناک ہے۔ میں نے اس اطلاع کے سنتے ہی حضرت منشی صاحب موصوف کے صاحبزادہ شیخ محمد احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کپورتھلہ کے نام ایک خط اظہار ہمدردی اور دریافت خیریت کے لئے ارسال کیا۔ اور مجھے یہ خوشی ہے۔ کہ میرا یہ خط منشی صاحب مرحوم کی زندگی میں ہی ان کی وفات سے چند گھنٹے قبل شیخ محمد احمد صاحب کو مل گیا۔ اور منشی صاحب مرحوم کے علم میں بھی آ گیا۔ جنہوں نے اس خط پر خوشی اور تسکین کا اظہار فرمایا۔ مگر چونکہ خدا کے علم میں حضرت منشی صاحب کا پیمانہ حیات لبریز ہو چکا تھا۔ اور وفات کا مقدر وقت آ چکا تھا۔ اس لئے وہ میرے خط کے پہونچنے کے چند گھنٹہ بعد یعنی ۲۰ اگست ۱۹۴۱ء کی صبح کو ۱/۲ ۶ بجے کے قریب وفات پا کر اپنے محبوب حقیقی کے قدموں میں جا پہونچے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون وکل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذی الجلال والاکرام۔

وفات کی اطلاع

منشی صاحب مرحوم کی وفات کی اطلاع مجھے شیخ محمد احمد صاحب کی تار کے ذریعہ ملی۔ جو مجھے ۲۰ اگست کی دوپہر کو وصول ہوئی۔ اس تار میں یہ اطلاع بھی درج تھی۔ کہ منشی صاحب کا جنازہ آ رہا ہے۔ اور قادیان میں شام کے قریب پہونچیگا۔ میں نے اس تار کے ملتے ہی حضرت مولوی شیر علی صاحب مقامی امیر اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور منشی کظیم الرحمٰن صاحب اور افسر صاحب صیغہ مقبرہ بہشتی اور ایڈیٹر صاحب "الفضل" کی خدمت میں اطلاع بھجوا دی۔ اور دفتر مقبرہ بہشتی کے ہیڈ کلرک صاحب کو اپنے پاس بلا کر یہ مشورہ دیا۔ کہ منشی صاحب مرحوم چونکہ قدیم ترین صحابہ میں سے تھے۔ اس لئے ان کی قبر خاص صحابہ کے قطعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار کے قریب تر تیار کرائی جائے۔ چنانچہ قبروں کی جاری شدہ لائن کو ترک کر کے جہاں اس لائن کے وسط میں ایک پہلے سے تیار شدہ قبر موجود تھی۔ اسکے ساتھ کی نئی لائن میں رستہ کے اوپر نئی قبر تیار کی گئی۔ تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مقرب صحابی جو موجودہ صحابیوں میں سے غالباً سب سے سابق تھا اپنے محبوب کے مزار کے قریب تر جگہ پا سکے۔ اس کے علاوہ میں نے مقامی امیر حضرت مولوی شیر علی صاحب کی خدمت میں عرض کر کے قادیان کے تمام محلہ جات میں جنازہ کی شرکت کے لئے ایک ابتدائی اعلان بھی کروا دیا:۔

نماز جنازہ اور تدفین

جنازہ عصر کی نماز کے بعد بذریعہ لاری قادیان پہونچا۔ چونکہ اس وقت نماز مغرب کا وقت قریب تھا۔ اور آخری اعلان کے لئے وقت کافی نہیں تھا۔ اس لئے یہ تجویز کی گئی کہ نماز جنازہ مغرب کے بعد ہو اور اس عرصہ میں دوبارہ تمام محلوں کی مساجد میں نماز مغرب کے وقت آخری اعلان کرایا گیا۔ تاکہ دوست زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوں۔ چنانچہ الحمدللہ کہ باوجود اسکے کہ رات کا وقت تھا اور گرمی کی بھی شدت تھی۔ تمام محلہ جات سے لوگ کافی کثرت کے ساتھ شریک ہوئے۔ اور مدرسہ احمدیہ کے صحن میں نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد حضرت منشی صاحب کو بہت سے مومنوں کی دعاؤں کے ساتھ مقبرہ بہشتی کے خاص قطعہ میں دفن کیا گیا (یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ قطعہ ویسے کوئی خصوصیت نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ پرانے صحابہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار کے قریب ترین حصہ میں ایک پلاٹ ریزرو کر دیا گیا ہے۔ تاکہ اس حصہ میں دفن ہو کر السابقون الاولون اپنے محبوب آقا کے پاس جگہ پا سکیں۔ یعنی جس طرح وہ زندگی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریب تھے۔ اسی طرح موت کے بعد بھی قریب رہیں۔ اور یہ ان کا ایک ادنیٰ استحقاق ہے۔ جو جماعت کی طرف سے اس رنگ میں ادا کیا جاتا ہے ورنہ مقبرہ بہشتی کا حصہ ہونیکے لحاظ سے مقبرہ کی ساری زمین ایک ہی حکم میں ہے۔ اور کوئی امتیاز نہیں)

موت میں جشن شادی کا رنگ

دفن کے وقت جس کے لئے گیس کی روشنی کا انتظام تھا۔ میں نے اکثر لوگوں کی زبان سے یہ شعر سنا۔ اور واقعی اس موقعہ کے لحاظ سے یہ ایک نہایت عمدہ شعر تھا کہ ؎

عروسی بود نوبتِ ماتمت
اگر بر نکوئی شود خاتمت

"یعنی اگر تیری وفات نیکی اور تقویٰ پر ہوتی ہے۔ تو پھر یہ وفات ماتم کا رنگ نہیں رکھتی۔ بلکہ گویا ایک جشن شادی کا رنگ رکھتی ہے۔"

یہ ایک نہایت عمدہ شعر ہے اور نہایت عمدہ موقعہ پر لوگوں کی زبان پر آیا۔ اور مجھے اس شعر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کا وہ مبارک فرمان یاد آ گیا۔ جو آپ نے حضرت سعد بن معاذ رئیس انصار کی وفات پر ارشاد فرمایا تھا۔ اور وہ یہ کہ:۔

اھتز عرش الرحمٰن لموت سعد

"یعنی سعد کی موت پر تو خدائے رحمٰن کا عرش بھی جھومنے لگا۔"

واقعی خواہ دُنیا کے لوگ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ جس شخص کا انجام اچھا ہو گیا۔ اور اس پر ایسے وقت میں موت آئی کہ جب خدا اس پر راضی تھا۔ اور وہ خدا پر راضی تھا۔ تو اس کی موت حقیقتاً ایک جشن شادی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر۔ کیونکہ جہاں شادی کا جشن دو فانی انسانوں یعنی مرد و عورت کے ملنے پر منایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ملنا عارضی ہوتا ہے۔ اور اس وقت کوئی شخص یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ آیا یہ جوڑا خوشی کا باعث بنے گا یا کہ غم کا۔ اچھے نتائج پیدا کرے گا یا کہ خراب۔ خدا کی رحمت کا پیش خیمہ ہو گا یا کہ عذاب کا۔ وہاں اس کے مقابل پر اُس عظیم الشان جشن کا کیا کہنا ہے۔ کہ جس میں ایک پاک روح یا ایک پاک شدہ روح اپنے ازلی ابدی خدا۔ اپنے رحیم و ودود آقا۔ ہاں سب پیار کرنے والوں اور سب پیار کئے جانے والوں سے زیادہ پیارے اور زیادہ پیار کرنے والے محب و محبوب سے ملنے کے لئے ۔۔ نہیں بلکہ اسکے ساتھ ہمیشہ کی راحت میں ہم آغوش ہو جانے کے لئے ۔۔ موت کے دروازے سے گزرتی ہے۔ پاک انجام پانے والے شخص کے لئے موت یقیناً ایک عظیم الشان عروسی جشن ہے۔ اور کہنے والے نے بالکل سچ کہا ہے کہ:

عروسی بود نوبتِ ماتمت
اگر بر نکوئی شود خاتمت

عجیب و غریب منظر

یہ شعر منشی ظفر احمد صاحب مرحوم کی تدفین کے وقت میرے کانوں میں قریباً چاروں طرف سے پہونچا - اور میرے دل نے کہا - سچ ہے - کہ موت ایک عجیب و غریب پردہ ہے - جس کے ایک طرف جدا ہونے والے کے دوست اور اعزّہ اپنے فوت ہونے والے عزیز کی عارضی جُدائی پر غم کے آنسو بہاتے ہیں - اور دوسری طرف پہلے گزرے ہُوئے پاک لوگ اور خدا کے مقدس فرشتے ، بلکہ خود خدائے قدوس آنے والی رُوح کی خوشی میں ایک عروسی جشن کا نظارہ دیکھتے ہیں - اللہ اللہ یہ ایک کیسا عجیب منظر ہے - کہ ایک طرف صفِ ماتم ہے - اور دوسری طرف جشنِ شادی اور درمیان میں ایک اڑتی ہوئی انسانی زندگی کے آخری سانس کا پھڑپھڑاتا ہُوا پردہ - گویا مرنے والے کے ایک کان میں رونے کی آواز پہونچ رہی ہوتی ہے اور دُوسرے کان میں خوشی کے ترانے - اور وُہ اس عجیب و غریب مرکب ماحول میں گھرا ہُوا اگلے جہان میں قدم رکھتا ہے - مگر اس میں کیا شبہ ہے - کہ اصل جذبہ وُہی ہے - جو ملاء اعلےٰ میں پایا جاتا ہے - جسے شاعر نے جشنِ شادی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے - کیونکہ وُہ انسان کی زندگی کے آغاز کا اعلان ہے - لیکن افسوس صد افسوس کہ گو خدا نے سارے انسانوں کو ہی اس مبارک جشن کی دعوت دی ہے اور اس بابرکت تحفہ کو ہر رُوح کے سامنے محبت اور رحمت کے ہاتھوں سے پیش کیا ہے - مگر بہت کم لوگ اسے قبول کرتے ہیں - اور اکثر نے اپنے لئے یہی بات پسند کی ہے - کہ جب وُہ اس دُنیا سے جدا ہو کر اگلے جہان میں قدم رکھیں - تو ان کے لئے یہ جہان اور اگلا جہان دونوں ماتم کدہ بن جائیں - خدایا تو ایسا فضل فرما - کہ ہم اور ہمارے وُہ سب عزیز جن کے ساتھ ہمیں محبت ہے - اور وُہ سب لوگ جنہیں ہمارے ساتھ محبت ہے یعنی تیرے وُہ سارے بندے جو احمدیت کی پاک لڑی میں محبت اور اخلاص کے ساتھ پروئے ہوئے ہیں - ان کی زندگیاں تیری رضا کے ماتحت گزریں - اور اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو - تو اے ہمارے رحیم و مہربان آقا ! تو اس وقت تک ان سے موت کو روکے رکھ - جب تک کہ تیری قدرت کا طلسمی ہاتھ انہیں ان کے گناہوں سے پاک وصاف کر کے تیرے قدموں میں حاضر ہونے کے قابل بنا دے - تا کہ ان کی موت عروسی جشن والی موت ہو - اور وُہ تیرے دربار میں اپنے گناہوں سے دُھل کر اور پاک وصاف ہو کر پہونچیں - اے خدا تُو ایسا ہی کر - ہاں تجھے تیری اس عظیم الشان رحمت کی قسم ہے - جو تیرے پاک مسیح کی بعثت کی محرک ہوئی ہے - کہ تو ایسا ہی کر - آمین - یارب العالمین ؎

ساٹھ سال کے عرصہ میں ہر قدم پہلے سے آگے

میں اپنے مضمون سے ہٹ گیا - میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم کی تدفین کا ذکر کر رہا تھا - کہ اس وقت بہت سے لوگوں کی زبان پر یہ ذکر تھا - کہ ان کی وفات ایسے حالات میں ہُوئی ہے - جو ہر مومن کے لئے باعثِ رشک ہونی چاہیئے اور اس میں کیا شُبہ ہے - کہ منشی صاحب مرحوم کی زندگی اور موت دونوں نے خدا کی خاص ، بلکہ خاص الخاص برکت سے حصہ پایا ہے - ابھی وُہ بچپن کی عمر سے نکل ہی رہے تھے - اور نوجوانی کا آغاز تھا - کہ خدا کی ازلی رحمت انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں لے آئی - یہ غالباً ۱۸۸۳ء کا سال تھا جبکہ براہین احمدیہ زیرِ تصنیف تھی - اور ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے مجددیت کے دعوے کا اعلان بھی نہیں ہُوا تھا - وُہ دن اور آج کا دن جن کے درمیان قریباً ساٹھ سال کا عرصہ گزرتا ہے - مرحوم کا ہر قدم پہلے قدم سے آگے پڑا - اور مرحوم کی محبت اور اخلاص نے اس طرح ترقی کی جس طرح ایک تیزی سے بڑھنے والا پودا اچھی زمین اور اچھی آبپاشی اور اچھی پرداخت کے نیچے ترقی کرتا ہے - اس زمانہ میں مصائب کے زلزلے بھی آئے - حوادث کی آندھیاں بھی چلیں - ابتلاؤں کے طوفانوں نے بھی اپنا زور دکھایا - مگر یہ خدا کا بندہ آگے ہی آگے قدم اٹھاتا گیا - گرنے والے گر گئے - ٹھوکر کھانے والوں نے ٹھوکریں کھائیں - لغزش میں پڑنے والے لغزشوں میں پڑ گئے - مگر منشی صاحب مرحوم کا سر ہر طوفان کے بعد اُوپر ہی اُوپر اُٹھتا نظر آیا - اور بالآخر سب کچھ دیکھ کر اور سارے عجائباتِ قدرت کا نظارہ کر کے وُہ موت کے عروسی جشن میں سے ہوتے ہُوئے اپنے آقا و محبُوب کے قدموں میں پہنچ گئے اس زندگی سے بہتر کونسی زندگی اور اس موت سے بہتر کونسی موت ہو گی ؟

شمعِ مسیح کے زندہ جاوید پروانے

منشی صاحب مرحوم ان چند خاص بزرگوں میں سے تھے جن کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاص بے تکلفانہ تعلق تھا - کپورتھلہ کی جماعت میں - ہاں وُہی جماعت جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں سے یہ مُبارک و وحید سند حاصل کی ہے - کہ خدا کے فضل سے وُہ جنت میں بھی اسی طرح آپ کے ساتھ ہو گی جس طرح وُہ دُنیا میں ساتھ رہی ہے - تین بزرگ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں یعنی حضرت میاں محمد خان صاحب مرحوم اور حضرت منشی اروڑا صاحب مرحوم - اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم - یہ تینوں بزرگ حقیقۃً شمعِ مسیحی کے جان نثار پروانے تھے - جن کی زندگی کا مقصد اس شمع کے گرد گھوم کر جان دینا تھا - انتہا درجہ محبت کرنے والے - انتہا درجہ مخلص - انتہا درجہ وفادار - انتہا درجہ جان نثار - اپنے محبُوب کی محبت میں جینے والے جن کا مذہب عشق تھا - اور پھر عشق - اور پھر عشق - اور عشق میں ہی انہوں نے اپنی ساری زندگیاں گزار دیں - کیا یہ لوگ بھی کبھی مر سکتے ہیں ؟ ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ شاں

ایک یوروپین سے حضرت منشی اروڑے خاں صاحب کی ملاقات کا نظارہ

میں نے مرحوم محمد خان صاحب کے علاوہ باقی دونوں اصحاب کو دیکھا ہے - اور ان کے حالات کا کسی حد تک مطالعہ بھی کیا ہے - (یہ یاد رہے - کہ اس جگہ حضرت کپورتھلہ کی جماعت کا ذکر ہے - ورنہ خدا کے فضل سے بعض دوسری جماعتوں میں بھی اس قسم کے فدائی لوگ پائے جاتے تھے - جیسے کہ مثلاً سنور میں حضرت منشی محمد عبد اللہ صاحب مرحوم تھے - اور اسی طرح بعض اور جماعتوں میں بھی تھے) اور میں مبالغہ سے نہیں کہتا بلکہ ایک حقیقت بیان کرتا ہوں - کہ میرے الفاظ کو وُہ پیمانہ میسر نہیں ہے - جس سے ان بزرگوں کی محبت کو ناپا جا سکے - مگر ایک ادنےٰ مثال یوں سمجھی جا سکتی ہے - کہ جس طرح ایک عمدہ اسفنج کا ٹکڑا پانی کو جذب کر کے پانی کے قطروں سے اس طرح بھر جاتا ہے - کہ اسفنج اور پانی میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا - اور نہیں کہہ سکتے - کہ کہاں پانی ہے - اور کہاں اسفنج - اسی طرح ان پاک نفس بزرگوں کا دل - بلکہ ان کے جسموں کا رُواں رُواں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت سے لبریز تھا - مجھے خوب یاد ہے - اور میں اس واقعہ کو کبھی نہیں بھُول سکتا - کہ جب ۱۹۱۶ء میں مسٹر والٹر آنجہانی جو آل انڈیا وائی ایم - سی - اے کے سکرٹری تھے - اور سلسلۂ احمدیہ کے متعلق تحقیق کرنے کے لئے قادیان آئے تھے - انہوں نے قادیان میں یہ خواہش کی - کہ مجھے بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کے کسی پُرانے صحابی سے ملایا جائے - اس وقت حضرت منشی اروڑا صاحب مرحُوم قادیان میں تھے - مسٹر والٹر کو منشی صاحب مرحوم کے ساتھ مسجد مُبارک میں ملایا گیا - مسٹر والٹر نے منشی صاحب سے رسمی گفتگو کے بعد یہ دریافت کیا - کہ آپ پر جناب مرزا صاحب کی صداقت میں سب سے زیادہ کس دلیل نے اثر کیا ؟ منشی صاحب نے جواب دیا - کہ میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہُوں - اور زیادہ علمی دلیلیں نہیں جانتا - مگر مجھ پر جس بات نے سب سے زیادہ اثر کیا - وُہ حضرت صاحب کی ذات تھی - جس سے زیادہ سچا - اور زیادہ دیانت دار اور خدا پر زیادہ ایمان رکھنے والا شخص میں نے نہیں دیکھا - انہیں دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا - کہ یہ شخص جھُوٹا ہے -

باقی ہیں تو ان کے مونہہ کا بھوکا تھا۔ مجھے زیادہ دلیلوں کا علم نہیں ہے۔ یہ کہہ کر منشی صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد میں اس قدر بے چین ہو گئے کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔ اس وقت مسٹر والٹر کا یہ حال تھا۔ کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں ان کے چہرہ کا رنگ ایک دُھلی ہوئی چادر کی طرح سفید پڑ گیا تھا۔ اور بعد میں انہوں نے اپنی کتاب "احمدیہ موومنٹ" میں اس واقعہ کا خاص طور پر ذکر بھی کیا۔ اور لکھا کہ جس شخص نے اپنی صحبت میں اس قسم کے لوگ پیدا کئے ہیں۔ اسے ہم کم از کم دھوکے باز نہیں کہہ سکتے۔ کاش مسٹر والٹر کا ذہن اس وقت زمانۂ حال سے ہٹ کر تھوڑی دیر کے لئے ماضی کی طرف بھی چلا جاتا۔ اور وہ انیس سو پہلے کے مسیح ناصری کے حواریوں کا بیسویں صدی کے مسیح محمدی کے حواریوں کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھتے۔ کہ وہاں تو مسیح ناصری کے خاص حواریوں میں سے ایک نے چند روپے لیکر مسیح کو پکڑوا دیا۔ اور دوسرے نے جو بعد میں مسیح کا خلیفہ بننے والا تھا۔ لوگوں کے ڈر سے مسیح پر کئی دفعہ لعنت بھیجی۔ اور یہاں خدا کے برگزیدہ محمدی مسیح کو ایسے جاں نثار پروانے عطا ہوئے۔ جن کی رُوح کی غذا ہی مسیح کی محبت تھی۔ اور جو ہر وقت اسی انتظار میں رہتے تھے۔ کہ ہمیں اپنے آقا پر قربان ہونے کا کب موقعہ ملتا ہے۔ اور پھر کاش مسٹر والٹر اس وقت اپنے خداوند مسیح کا یہ قول بھی یاد کر لیتے۔ کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔" مگر شائد ان کا خیال اس طرف گیا ہو۔ اور شائد ان کی اس کی وقت کی گھبراہٹ اسی خیال کی وجہ سے ہو۔ کون کہہ سکتا ہے؟

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی دو روایتیں

الغرض حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم ایک خاص طبقہ کے فرد تھے۔ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عشق تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ان لوگوں کے ساتھ خاص محبت تھی۔ اور آپ اپنے چھوٹے عزیزوں کی طرح ان سے محبت کرتے۔ اور ان کے ساتھ بے تکلفی کا رنگ رکھتے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ میرے پاس منشی ظفر احمد صاحب کی بہت سی روایتیں محفوظ ہیں۔ جو مَیں نے ان سے عرض کر کے ان کے صالح فرزند شیخ محمد احمد صاحب کے ذریعہ وفات سے کچھ عرصہ قبل جمع کروالی تھیں۔ ان میں سے بطور نمونہ دو روایتیں اس جگہ درج کرتا ہوں اور لطف یہ ہے کہ ان دونوں میں منشی اروڑا صاحب مرحوم کا بھی تعلق پڑتا ہے

ایک دفعہ منشی ظفر احمد صاحب مرحوم نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں اور منشی اروڑا صاحب اکٹھے قادیان میں آئے ہوئے تھے۔ اور سخت گرمی کا موسم تھا۔ اور چند دن سے بارش رُکی ہوئی تھی۔ جب ہم قادیان سے واپس روانہ ہونے لگے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے تو منشی اروڑا صاحب مرحوم نے حضرت صاحب سے عرض کیا۔ "حضرت گرمی بڑی سخت ہے دعا کریں کہ ایسی بارش ہو کہ بس اوپر بھی پانی ہو اور نیچے بھی پانی ہو" حضرت صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "اچھا اوپر بھی پانی ہو اور نیچے بھی پانی؟" مگر ساتھ ہی میں نے ہنس کر عرض کیا۔ کہ "حضرت دُعا انہی کے لئے کریں۔ میرے لئے نہ کریں"۔ (دورانِ ابتدائی بزرگوں کی بے تکلفی کا اندازہ ملاحظہ ہو کہ حضرت صاحب سے یوں ملتے تھے کہ جیسے ایک مہربان باپ کے اردگرد اس کے بچے جمع ہوں۔) اس پر حضرت صاحب پھر مسکرا دیئے۔ اور ہمیں دعا کر کے رخصت کیا۔ منشی صاحب فرماتے تھے کہ اس وقت مطلع بالکل صاف تھا اور آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مگر ابھی ہم بٹالہ کے راستہ میں یکّہ میں بیٹھ کر تھوڑی دُور ہی گئے تھے کہ سامنے سے ایک بادل اٹھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر چھا گیا اور پھر اس زور کی بارش ہوئی۔ کہ رستے کے کناروں پر مٹی اٹھانے کی وجہ سے جو خندقیں بنی ہوئی تھیں وُہ پانی سے لبالب بھر گئیں۔ اس کے بعد ہمارا یکہ جو ایک طرف کی خندق کے پاس پاس چل رہا تھا یکلخت الٹ اور اتفاق ایسا ہوا۔ کہ منشی اروڑا صاحب خندق کی طرف کو گرے اور میں اونچے راستے کی طرف گرا جس کی وجہ سے منشی صاحب کے اوپر اور نیچے سب پانی ہی پانی ہو گیا۔ اور میں بچ رہا۔ چونکہ خدا کے فضل سے چوٹ کسی کو بھی نہیں آئی تھی۔ مَیں نے منشی اروڑا صاحب کو اوپر اٹھاتے ہوئے ہنس کر کہا "لو اوپر اور نیچے پانی کی اور دُعائیں کروالو"۔ اور پھر ہم حضرت صاحب کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے آگے روانہ ہو گئے۔

بے نظیر اخلاص و ایثار

دوسری روایت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم یہ بیان کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ اوائل زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لدھیانہ میں کسی ضروری تبلیغی اشتہار کے چھپوانے کے لئے ساٹھ روپے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت حضرت صاحب کے پاس اس رقم کا انتظام نہیں تھا۔ اور ضرورت فوری اور سخت تھی۔ منشی صاحب کہتے تھے کہ میں اسوقت حضرت صاحب کے پاس لدھیانہ میں اکیلا آیا ہوا تھا۔ حضرت صاحب نے مجھے بلا یا اور فرمایا کہ "اسوقت یہ اہم ضرورت درپیش ہے کیا آپکی جماعت اس رقم کا انتظام کر سکے گی؟" میں نے عرض کیا "حضرت انشاء اللہ کر سکیگی۔ اور میں جا کر روپے لاتا ہوں"۔ چنانچہ میں فوراً کپورتھلہ گیا۔ اور جماعت کے کسی فرد سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا ایک زیور فروخت کر کے ساٹھ روپے حاصل کئے اور حضرت صاحب کی خدمت میں لا کر پیش کر دیئے۔ حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور جماعت کپورتھلہ کو (کیونکہ حضرت صاحب یہی سمجھتے تھے۔ کہ اس رقم کا جماعت نے انتظام کیا ہے) دعا دی چند دن کے بعد منشی اروڑا صاحب بھی لدھیانہ گئے۔ تو حضرت صاحب نے ان سے خوشی کے لہجہ میں ذکر فرمایا کہ "منشی صاحب اس وقت آپ کی جماعت نے بڑی ضرورت کے وقت امداد کی"۔ منشی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا "حضرت کونسی امداد مجھے تو کچھ پتہ نہیں"؟ حضرت صاحب نے فرمایا یہی جو منشی ظفر احمد صاحب جماعت کپورتھلہ کیطرف سے ساٹھ روپے لائے تھے۔" منشی صاحب نے کہا۔ "حضرت منشی ظفر احمد نے مجھ سے تو اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اور نہ ہی جماعت سے ذکر کیا۔ اور میں ان سے پوچھونگا کہ ہمیں کیوں نہیں بتایا"۔ اسکے بعد منشی اروڑا صاحب میرے پاس آئے اور سخت ناراضگی میں کہا۔ کہ "حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی۔ اور تم نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا"۔ میں نے کہا "منشی صاحب تھوڑی سی رقم تھی۔ اور میں نے اپنی بیوی کے زیور سے پوری کر دی۔ اس میں آپکی ناراضگی کی کیا بات ہے"؟ مگر منشی صاحب کا غصہ کم نہ ہوا اور وہ برابر یہی کہتے رہے کہ "حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی تھی۔ اور تم نے یہ ظلم کیا کہ مجھے نہیں بتایا"۔ اور پھر منشی اروڑا صاحب چھ ماہ تک مجھ سے ناراض رہے۔ اللہ اللہ! یہ وہ فدائی لوگ تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ ذرا غور فرمائیں کہ حضرت صاحب جماعت سے امداد طلب فرماتے ہیں۔ مگر ایک اکیلا شخص اور غریب شخص اُٹھتا ہے۔ اور جماعت سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا زیور فروخت کر کے اس رقم کو پورا کر دیتا ہے۔ اور پھر حضرت صاحب کے سامنے رقم پیش کرتے ہوئے یہ ذکر تک نہیں کرتا۔ کہ یہ رقم میں دے رہا ہوں یا کہ جماعت تاکہ حضرت صاحب کی دُعا ساری جماعت کو پہنچے۔ اور اسکے مقابل پر دوسرا فدائی یہ معلوم کر کے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی۔ اور میں اس خدمت سے محروم رہا۔ ایسا پیچ و تاب کھاتا ہے۔ کہ اپنے دوست سے چھ ماہ تک ناراض رہتا ہے۔ کہ تم نے حضرت صاحب کی اس ضرورت کا مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا؟

آسمانِ احمدیت کے درخشندہ تارے

یہ وہ عشاقِ حق کا گروہ تھا۔ جو احمدیت کے آسمان پر ستارے بنکر چمکا۔ اور اب ایک ایک کر کے غروب ہوتا جا رہا ہے۔ ہم نے ان ستاروں کو بلند ہوتے دیکھا۔ اور اب انہیں غروب ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم میں سے کتنوں کا دل پسیجا ہے؟ کتنوں کے سینوں میں وہ آگ سلگی ہے۔ جو خدا کی محبت کو کھینچتی۔ اور گناہوں کی آلائش کو جلا کر خاک کر دیتی ہے؟ اے اللہ تو رحم کر! اے اللہ تو رحم کر!

یارانِ تیز گام نے محمل کو جالیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

میرے دل میں کچھ اور بھی لکھنا تھا۔ مگر اب نہیں لکھتا نہیں لکھ سکتا

راقم آثم۔ خاکسار مرزا بشیر احمد قادیان ۔ ۱۰ اگست ۱۹۴۱ء

سوالات کے جواب

رُوح کا مخلوق ہونا

سوال

اگر روح خدا تعالےٰ کی مخلوق ہے۔ تو اس صورت میں اس سے جو اعمال بھی سرزد ہوتے ہیں خواہ وہ اچھے ہوں یا بُرے ان کی تمام تر ذمہ واری خدا تعالےٰ پر پڑتی ہے۔ جو اس کا خالق ہے کیونکہ اس نے روح میں اچھے یا بُرے عمل کرنے کی استعداد رکھی ہے؟

جواب

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی عقیدہ کے مطابق روح مخلوق ہے۔ اور دنیا کی ہر ایک چیز کا خالق اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ روح کے افعال کی ذمہ واری اللہ تعالےٰ پر عاید ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے اسے پیدا کر کے ایک مشین کی طرح نہیں بنایا۔ کہ جو ایک ہی طرز سے چلنے پر مجبور ہو۔ بلکہ اسے ایک حد تک با اختیار مخلوق بنایا ہے یعنے انسان کے اندر نیکی اور بدی دونو کی طاقتیں رکھ کر اسے اختیار دے دیا ہے کہ وہ جو راستہ چاہے اپنے لئے تجویز کرے۔ اب یہ بات ظاہر ہے کہ جب کسی کو کسی امر میں اختیار دیا جائے تو ایسی حالت میں جب وہ کوئی کام کرے گا۔ تو اس کی ذمہ واری اس پر ہوگی۔

اس بارہ میں اسلام نے جو صحیح نظریہ اور عقیدہ پیش کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو ایک حد تک صاحب اختیار بنایا ہے۔ اور جن امور میں اسے اختیار دیا گیا ہے۔ انہی میں جزا و سزا کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (کہف۔۴) کہ سچائی کو اللہ تعالےٰ نے ظاہر کر دیا ہے۔ اب جو شخص چاہے وہ اسے قبول کر کے اس پر ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے وہ اس کا انکار کر دے۔ اس معاملہ میں کسی پر جبر نہیں ہے۔ بلکہ اختیار دیا گیا ہے۔

پھر فرماتا ہے۔ انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرًا و اما کفورًا (الدھر ع۱) کہ ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھلا دئیے۔ اور اسے بتا دیا۔ کہ یہ رستہ نیکی کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور یہ رستہ برائی کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔ اس کے بعد اب یہ بات انسان کے اختیار میں ہے۔ چاہے تو وہ نیکی کے طریق اختیار کر کے شکر گزار ہو۔ اور چاہے تو برائی کے راستہ پر چل کر کفر کرنے والا بن جائے۔

پھر فرمایا۔ ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا (الشمس۔۱) یعنی انسانی نفس بھی اس کی تکمیل پر شاہد ہے اور انسان کو اس کی نیکی اور بدی کے دونوں راستے دکھا دئیے ہیں۔ اور اسے بتا دیا ہے کہ یہ طریق کامیابی کا ہے۔ اور یہ ناکامی کا۔ اب اسے اختیار ہے۔ کہ جس راستے کو چاہے اپنے لئے چن لے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو ایک صاحب اختیار ہستی بنایا ہے۔ اور نیکی اور بدی کے اختیار کرنے میں۔ اس پر کوئی جبر نہیں کیا۔ ایسی صورت میں وہ جو کام کرے گا۔ اس کی ذمہ واری خدا پر عائد نہیں ہوگی۔ بلکہ انسان ہی ذمہ وار ہوگا۔ کیونکہ ایسا کرنے میں وہ مجبور نہیں ہے۔ بلکہ اسے اختیار حاصل ہے مزید وضاحت کے لئے اس کی مثال یوں سمجھنی چاہئیے کہ ایک طبیب دو بیماروں کا علاج کرتا ہے۔ ایک بیمار اس کی ہدایات کی پابندی کرتا ہے۔ اور دوائی استعمال کرنے کے ساتھ پرہیز بھی کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جلد شفا یاب ہو جاتا ہے۔ مگر دوسرا بیمار اگرچہ دوائی تو استعمال کرتا ہے۔ مگر طبیب کی ہدایات پر عمل نہیں کرتا۔ بلکہ ان کے خلاف چلتا ہے۔ اور نتیجہ کے طور پر اس کی بیماری پہلے سے بھی زیادہ ترقی کر جاتی ہے۔ اب اس بیماری کے بڑھنے کی ذمہ واری کیا طبیب پر عائد ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کی تمام تر ذمہ واری بیمار پر ہی ہوگی جس نے طبیب کی ہدایات پر عمل نہیں کیا اسی طرح اللہ تعالےٰ نے روحوں کو پیدا کر کے انہیں اعمال بجا لانے میں اختیار بخشا کہ وہ نیکی کا راستہ اختیار کریں خواہ برائی کا۔ اسکے بعد خدا پر ان اعمال کی ذمہ واری ہرگز نہیں عائد ہو سکتی۔ اور اس اختیار دینے کی وجہ سے انسان جزاء و سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ ورنہ اگر اختیار نہ ہوتا۔ اور تمام افعال جبری طور پر بلا ارادہ صادر ہوتے تو ان میں جزاء و سزاء کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ اگر روح مخلوق نہیں۔ بلکہ خدا کی طرح انادی اور ازلی ہے۔ تو اس صورت میں خدا تعالےٰ کو اسے سزا دینے کا کیا اختیار ہے۔ کیونکہ جب خدا ایک چیز کا خالق ہی نہیں۔ تو اس پر وہ قابض کیسے ہو سکتا ہے۔ اور بغیر قبضہ کے اسے سزا کیونکر دے سکتا ہے۔ اس طرح تو نعوذ باللہ استبدادی حکومت ہوگی۔ کہ ظلم کے طور پر ایک چیز پر قبضہ اور تصرف جما لیا۔ اور اسے سزا دینا شروع کر دی۔ اور جس صورت میں آریہ صاحبان کے خیالات اور عقیدہ کے مطابق روح کے افعال و اعمال کی ذمہ واری خدا پر عائد ہوتی ہے۔ تو پھر روحوں کو جزا اور سزا کیوں دی جاتی ہے کیونکہ یہ بات تو آریوں کے عقیدہ میں بھی داخل ہے۔ کہ روحیں اپنے عملوں کے مطابق مختلف جونوں میں بطور جزاء یا سزا تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ کوئی روح اپنے افعال کی وجہ سے گدھے کی جون بھگت رہی ہے۔ اور کوئی بندر اور دوسرے جانوروں کی جون میں تبدیل شدہ ہے۔ ایسے حالات میں پرمیشر پر یہ بڑا بھاری اعتراض وارد ہوگا۔ کہ اس نے خود ہی روحوں کو بعض کام کرنے پر مجبور کیا۔ اور پھر انہیں بندروں اور کتوں کی جونوں میں سزا کے طور پر تبدیل کر دیا۔ پس اعتراض کے قابل تو یہ عقیدہ ہے۔ کہ روحوں کو غیر مخلوق خدا کی طرح انادی قرار دیا جائے۔ اور پھر قبضہ اور ملکیت کی کسی معقول وجہ کے بغیر پرمیشر انہیں مختلف جونوں میں سزا بھگتنے کے لئے تبدیل کرتا رہے۔ لیکن اسلام کی تعلیم اس معاملہ میں قطعاً کسی اعتراض کی حامل نہیں ہے۔ اس نے اس امر کو بدلائل ثابت کیا ہے۔ کہ روح بھی دیگر مخلوقات کی طرح خدا تعالےٰ کی پیدا کردہ ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے اسے اعمال کے بجا لانے میں ایک حد تک اختیار اور آزادی دی ہے۔ کہ وہ نیکی اور بدی کے دونوں راستوں میں سے جسے چاہے اختیار کرے۔ اور چونکہ خدا تعالےٰ روح کا خالق اور مالک ہے۔ اس لئے اسے یہ پورا پورا حق حاصل ہے۔ کہ وہ اس کے اعمال کے نتیجہ میں جیسے بھی وہ ہوں۔ ان کے مناسب حال جزا یا سزا دے۔ چنانچہ روح کے مخلوق ہونے کی ایک زبردست دلیل قرآن مجید نے یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلًا (بنی اسرائیل۔۱۰) کہ روح اللہ تعالےٰ کے امر سے پیدا کی گئی ہے اور اس کے مخلوق اور حادث ہونے کا ثبوت یہ ہے۔ کہ انسان کا علم جو ہے وہ محدود ہے۔ اگر انسانی روح قدیم سے ہوتی۔ اور آریوں کے عقائد کے مطابق اس جنم سے پیشتر اسے سینکڑوں جنم مل چکے ہوتے۔ تو اس کا علم محدود نہ ہوتا۔ بلکہ بہت وسیع ہوتا۔ اور پہلے جنموں کے چیدہ چیدہ واقعات بھی اسے یاد ہوتے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسے مطلقاً کوئی خبر نہیں۔ کہ اس سے پہلے یہ کبھی کسی جنم میں رہی یا نہیں۔ پس روح کو پہلے جنم کے کسی ایک واقعہ کا علم بھی نہ ہونا یہانتک کہ اسے یہ بھی علم نہیں کہ پہلے جنم میں اس کی شکل اور صورت کیا تھی۔ یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ روح قدیم سے نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے امر سے پیدا شدہ ہے۔

پندرھویں شعبان کی بدعات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علاوہ عقائد کی درستی کے ایک بہت بڑی اصلاح یہ فرمائی ہے۔ کہ جو لوگ غلط عقائد اختیار کر کے محض رسوم و بدعات کے معتقد ہو گئے تھے۔ ان کی تردید فرمائی۔ اور ہدایت فرمائی۔ کہ اللہ اور رسول کے قول اور فعل کے خلاف تمام رسوم بدعت میں داخل ہیں۔ اور سچے مومن کو ان کے قریب بھی نہیں جانا چاہیئے۔ پندرھویں شعبان کی رات جسے شب برات یا شب قدر کہتے ہیں۔ بے شک روایات کے مطابق بڑی عظمت و شان والی رات ہے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہی ثابت ہے۔ کہ آپ اس میں بہت عبادت فرماتے تھے اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء تو یہ تھی۔ کہ آپ کے اسوہ حسنہ کے ماتحت مسلمان اس رات خدا کو خوب یاد کرتے۔ دعائیں کرتے۔ اور عبادت میں گذارتے مگر مسلمانوں نے عبادت کے پہلو کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ اور صرف حلوے پکانا۔ چراغاں کرنا اور کھیل و تماشے میں لگ جانا اصل مقصود قرار دے لیا ہے۔ جو سراسر بدعت ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ نصف شعبان کی رات کو جو لوگ رسوم حلوے وغیرہ کی کرتے ہیں۔ یہ سب بدعات ہیں الخ (فتاویٰ احمدیہ جلد دوم ص۵۷) (ناظر تعلیم و تربیت)

جملہ عہدیداران جماعتہائے احمدیہ توجہ فرمائیں

اخبار الفضل میں متعدد بار اعلان کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل میں جماعتیں اپنے ہاں مجالس انصار اللہ قائم کریں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ باوجود توجہ دلانے کے بہت ہی کم جماعتوں نے توجہ دی ہے۔ متعدد تحریکوں کے بعد صرف چار مقامات پر نئی مجالس قائم ہوئی ہیں۔ (۱) کٹک (اڑیسہ) (۲) دینا پور (ضلع ملتان) (۳) نونگ (ضلع گجرات) (۴) حلقہ گنج (لاہور) اور صرف تین بیرونی مجالس کی طرف سے ماہوار رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ (۱) چک ۹۹ شمالی سرگودہا (۲) کٹک (اڑیسہ) (۳) دینا پور (ضلع ملتان)

میں اس نوٹ کے ذریعہ پھر عہدیداران جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنی ذمہ واری کو محسوس کرتے ہوئے مجالس انصار اللہ قائم کریں۔ اور مجلس انصار اللہ مرکزیہ سے الحاق کی درخواست کریں۔ ہر چالیس سال سے زائد عمر کے احمدی احباب کے لئے انصار اللہ کا ممبر بننا ضروری ہے۔ ہر مجلس زعیم و دیگر عہدیداران انصار اللہ کا انتخاب کر کے مرکز میں اطلاع دے۔ زعیم کا فرض ہے کہ ماہوار رپورٹ صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے دفتر میں ہر ماہ کی پانچ تاریخ تک بھجوا دیا کرے۔ مرکز میں انصار اللہ کے لائحہ عمل کے متعلق جو عارضی انتظام کیا گیا ہے۔ بیرونی مجالس بھی تا اطلاع ثانی اسی کے مطابق اپنا کام جاری رکھیں۔ لائحہ عمل اور ماہوار رپورٹ بھجوانے کے طریق کے متعلق اخبار الفضل میں وقتاً فوقتاً اعلان کیا جا چکا ہے۔ (خاکسار: شیر علی عفی عنہ صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ قادیان)

شہری جماعتوں کیلئے ضروری اعلان

ضروریات سلسلہ احمدیہ اس امر کی متقاضی ہیں۔ کہ ہر ایک جماعت کا چندہ ماہ بماہ داخل خزانہ ہوتا رہے۔ اور اس وقت جماعت جن حالات میں سے گذر رہی ہے اس کی وجہ سے تو ہماری ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ اور معمولی سا تغافل بھی ہمارے اغراض و مقاصد میں روک کا موجب ہو جاتا ہے۔ چندہ کی باقاعدگی کے متعلق متعدد بار اعلان ہو چکا ہے۔ کہ ہر ماہ کا چندہ بیس تاریخ تک مرکز میں پہنچ جانا چاہیئے۔ لیکن افسوس کہ بعض جماعتوں کا چندہ ماہ اگست کے اخیر تک بھی موصول نہیں ہوا۔ ذیل میں ایسی شہری جماعتوں کی فہرست دی جاتی ہے

(۱) محلہ ناصر آباد (قادیان)	کالا باغ	بلب گڑھ	انچولی
دھاری وال	پنڈی گھیب	محمود پور	سہارن پور
دہرم سالہ	ایبٹ آباد	کلانور	ڈیرہ دون
فیض باغ مصری شاہ	پاڑا چنار	کان پور	منصوری
لاہور	بنوں	کرنال	رام پور
بھاٹی گیٹ لاہور	داؤن کیمپ	حصار	بریلی
شاہدرہ	ہری پور	سامانہ سرہند	امروہہ
پنڈی چری	بہاول پور	برنالہ	پوری
حافظ آباد	اوچ	اکھنور	کیرنگ
لائل پور	کہروڑ پکا [illegible] عارف والہ	چیلاس گلگت	حیدر آباد دکن
گوجرہ	چیچہ وطنی	نسیم آباد	اڈنکور
ٹوبہ ٹیک سنگھ	قصور	محمود آباد فارم	بنگلور
صدر شاہ پور	فرید کوٹ	محمد آباد	کالی کٹ
برج ورکس راولپنڈی	فاضلکا	علی گڑھ	کنا نور
		اٹاوہ	پنگاڈی

(ناظر بیت المال)

بھلوال ضلع سرگودہا میں تبلیغی جلسہ

جماعت ہائے احمدیہ علاقہ بھلوال کے زیر انتظام ۱۲-۱۳-۱۴ ستمبر کو بھلوال میں تبلیغی جلسہ ہوگا۔ مرکز سے مبلغین جائیں گے اردگرد کی جماعتیں بکثرت شامل ہوں۔ (ناظر دعوت و تبلیغ)

قصور میں لجنہ اماءاللہ کا قیام

گذشتہ ماہ میں ملک غلام محمد صاحب رئیس قصور کے دردولت پر پہلا اجلاس زیر صدارت محترمہ صغریٰ بیگم صاحبہ بنت ملک غلام محمد صاحب منعقد ہوا جس میں انہوں نے بعد تلاوت قرآن مجید۔ لجنہ کی اغراض بیان کیں۔ اور قمر ضیاء بیگم و آصفہ خانم اور حمیدہ جبین نے نظم خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد انتخاب ہوا جس میں پریذیڈنٹ محترمہ مریم سلطان صاحبہ اہلیہ ملک عبد المجید صاحب سکرٹری انور سلطانہ شمیم اہلیہ ملک عبد الرحیم صاحب مقرر ہوئیں۔

پھر میں نے لجنہ کے فرائض بتانے کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالٰے کی گذشتہ جلسہ سالانہ کی تقریر جو آپ نے مستورات میں فرمائی تھی۔ مختصر طور پر سنائی۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔ ۲۶ اگست کو ملک غلام محمد صاحب کے ہاں ایک عام جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں غیر احمدی خواتین کافی تعداد میں شریک ہوئیں۔ بعد تلاوت قرآن مجید مولوی محمد یار صاحب عارف نے موجودہ زمانہ میں احمدیت کیوں قبول کرنی چاہیئے کے موضوع پر مدلل تقریر فرمائی۔ بعد نماز مغرب مختلف مسائل بیان کئے۔ بعد دعا جلسہ

فریضۂ زکوٰۃ کی ادائیگی کی اہمیت

زکوٰۃ کا ادا کرنا ایک ایسا فرض ہے۔ جسے بنا اسلام میں رکھا گیا ہے۔ اور ہر وہ شخص جو صاحب نصاب ہے۔ یعنی جس کے پاس اس قدر مال ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ جب تک زکوٰۃ نہیں نکالتا۔ اسوقت تک ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ جسطرح ایک شخص نماز نہ پڑھنے سے گنہگار ہوتا ہے۔ اسیطرح زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے سے انسان گنہگار ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے اسکی ایسی اہمیت بیان فرمائی ہے کہ جہاں نماز کا حکم ہے۔ وہاں ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین (البقرۃ ع۵) نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اور رکوع کرنے والوں کیساتھ رکوع کرو۔ گویا کہ سورۃ بقرۃ کے ابتداء میں متقی انسانوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ لوگ نماز ادا کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں کی گئی۔ بلکہ اس فریضہ کی کوتاہی کرنے والوں کے متعلق شدید عذاب کی وعید بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (سورۃ توبہ ع۵) کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں اس میں سے کچھ بھی ادا نہیں کرتے تو انہیں قیامت کے دن دردناک عذاب کی خبر دیدو۔ اس کے بعد بیان کیا کہ قیامت کے دن اس مال کو جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی۔ آگ میں گرم کیا جائیگا۔ اور زکوٰۃ ادا نہ کرنیوالوں کے جسموں پر داغ دیا جائیگا۔ اور اس طرح سے انکو دردناک عذاب دیا جائیگا۔

پس ہر وہ انسان جسکے پاس اس قدر مال ہے کہ جسکی وجہ سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ضروری ہے کہ اس سے زکوٰۃ ادا کرکے خدا تعالیٰ کی رضاء کو حاصل کرے۔ اور اس دردناک عذاب سے اپنے آپکو بچائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بعض لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انکے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے اور فرمایا کہ اگر یہ لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرینگے۔ تو میں ان سے جہاد کرونگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔ "اگر میری جماعت میں سے ایسے احباب ہوں۔ جوان پر بوجہ املاک واموال وزیورات وغیرہ کے زکوٰۃ فرض ہو۔ تو انکو سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بیکس کوئی بھی نہیں۔ اور زکوٰۃ نہ دینے میں جسقدر تہدید شرع وارد ہے۔ وہ بھی ظاہر ہے۔ اور عنقریب ہے۔ جو منکر زکوٰۃ کافر ہو جائے۔ پس فرض عین ہے۔ جو اس راہ میں اعانت اسلام میں زکوٰۃ دی جائے۔" (نشان آسمانی)

اسلام کے تاکیدی احکام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے مطابق ؎۲۳

ضرورت رشتہ

ایک احمدی دوست عمر قریباً ۳۸/۳۹ سال زمیندار ملازم ایک شرعی ضرورت کے ماتحت نکاح ثانی کے خواہشمند ہیں۔ پہلی بیوی سے تین لڑکے موجود ہیں۔ سب سے چھوٹے بچہ کی عمر قریباً تین سال ہے۔ لڑکی شریف امور خانہ داری سے واقف دین دار ہو۔ خط وکتابت بنام:۔

غلام حسین جٹھہ احمدی مقام موہلنگی ڈاکخانہ خاکی تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

؎۲۳ ہر احمدی کا فرض اولین ہے۔ کہ وہ اپنے اموال سے زکوٰۃ ادا کرے۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرے۔ نوٹ:۔ جو احباب زکوٰۃ کے متعلق تفصیلات معلوم کرنا چاہیں وہ [illegible] رسالہ احکام زکوٰۃ [illegible] ناظر بیت المال قادیان۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

لنڈن ۶ ستمبر۔ برطانی وزیر مالیات سر کنگسلے وڈ نے ایک تقریر میں کہا۔ کہ برطانیہ آج کل روزانہ جنگ پر ایک کروڑ ۲۵ لاکھ پونڈ خرچ کر رہا ہے۔ نیز آپ نے کہا۔ کہ روس نے برطانیہ سے قرضہ مانگا ہے۔ اور لکھا ہے کہ وہ مفت کوئی امداد برطانیہ سے نہیں لینا چاہتا۔ اسے قرضہ کے طور پر سامان جنگ دیا جائے۔

لنڈن ۶ ستمبر۔ گورنمنٹ کے احکام کے مطابق ۱۸ سال عمر کی برطانی لڑکیاں فوج میں بھرتی ہو گئی ہیں۔ ان سے طیارہ شکن توپیں اور جنگی لاریاں چلانے کا کام لیا جا رہا ہے۔

مالٹا ۶ ستمبر۔ یہاں جبری بھرتی نافذ کر دی گئی ہے۔ جس کے رو سے سولہ سے ساٹھ سال کی عمر کے تمام اشخاص کو فوجی ٹریننگ کے لئے بلا لیا گیا ہے۔

شملہ ۶ ستمبر۔ حکومت ہند نے اخبار کے کاغذ کے کنٹرول آرڈر میں مزید ترامیم کی ہیں۔ سنٹرل گورنمنٹ کی خاص اجازت کے بغیر کوئی شخص اخباری کاغذ کو کسی اخبار یا اخبار کے پریس کے مالک کے سوا کسی دوسرے شخص کے ہاتھ تو پہلے ہی فروخت نہیں کر سکتا۔ اور ۱۵ ستمبر کے بعد کوئی مالک اخبار سوائے اخبار چھاپنے کے اخباری کاغذ کسی اور استعمال میں نہ لا سکے گا۔

نیویارک ۷ ستمبر۔ امریکن تباہ کن جہاز پر ایک جرمن آبدوز کے حملہ کی خبر آ چکی ہے۔ مسٹر روز ویلٹ منگل کو اس کے متعلق ایک تقریر براڈ کاسٹ کر رہے ہیں۔ جو پندرہ منٹ ہو گی۔ اور اس کے بعد اس کا دنیا کی مختلف چودہ زبانوں میں ترجمہ کیا جائے گا۔ امریکہ کے اخبار اسے بہت اہمیت دے رہے ہیں اور لکھتے ہیں۔ کہ جرمنوں نے نوٹس دے دیا ہے کہ جن علاقوں میں ان کے جہاز کام کر رہے ہیں۔ اگر وہاں امریکن جہاز آئے تو ان پر حملہ کر دیا جائیگا مسٹر وینڈل ولکی نے کہا۔ کہ یہ ایک چیلنج ہے ہم سمندروں کی آزادی چاہتے ہیں اور اسے بہرحال قائم کر کے رہیں گے

لنڈن ۶ ستمبر۔ انگلستان میں کاغذ کی قلت بہت بری طرح محسوس ہو رہی ہے۔ حکومت بھی اس پر قابو نہیں پا سکی۔ اخبارات حجم تو پہلے ہی کم کر چکے ہیں۔ اب ۱۴ ستمبر سے ہر اتوار کو چھٹی کیا کریں گے

لنڈن ۷ ستمبر۔ برلن ریڈیو کا بیان ہے کہ جرمن امیر البحر ریڈر نے اخباری نامہ نگاروں کو بتایا کہ بحری بیڑے کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ ہنگامی صورت حالات کے مقابلہ کے لئے تیار رہے۔

لاہور ۶ ستمبر۔ خان بہادر شیخ عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس سی آئی ڈی آج حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے فوت ہو گئے۔

لنڈن ۷ ستمبر۔ لڑائی کے بارہ میں روس کی سرکاری ایجنسی کا بیان ہے کہ لیننگراڈ پر سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ روسیوں نے ایک گاؤں سے جرمنوں کو نکال دیا۔ اور ٹینکوں کے ایک دستہ پر قبضہ کر لیا۔ جرمنوں کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ وہ اوڈیسہ کے دروازہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اوڈیسہ کی حفاظت کے مورچے دس میل کے گھیرے میں ہیں۔ شہر میں کھانے پینے کے ذخائر کی کمی نہیں۔ بحری جہازوں کے ذریعہ بھی آ سکتا ہے۔ لڑائی ان مورچوں کے آس پاس ہو رہی ہے

لنڈن ۷ ستمبر۔ آج برطانی ہوائی جہازوں نے روہر کے صنعتی علاقہ پر زناٹے کے حملے کئے۔ ابھی ان حملوں کا پورا حال معلوم نہیں ہوا۔ دشمن کے ہوائی جہازوں نے جنوب مغربی انگلینڈ پر کچھ بم گرائے۔ کچھ نقصان ہوا۔ اور چند لوگ زخمی ہوئے۔

دہلی ۷ ستمبر۔ آج ہندوستان میں وائسرائے ہند کی تحریک پر برطانیہ کی کامیابی کے لئے دعا کی گئی۔ شملہ کی کرائسٹ چرچ میں وائسرائے اور لیڈی لنلتھگو خود دعا میں شریک ہوئے گورنر پنجاب بھی موجود تھے۔

لنڈن ۷ ستمبر۔ روسی محاذ پر لڑائی کا آج بارھواں ہفتہ شروع ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی بھیانک لڑائی پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ مگر روسی ہائی کمانڈ میں ذرا بھی گھبراہٹ نہیں۔ آج برلن ریڈیو نے مان لیا ہے۔ کہ لیننگراڈ ریلیں برابر آتی جاتی ہیں۔ اس مورچہ پر دو دن میں جرمنوں کے ۱۱۷ ہوائی جہاز برباد ہوئے ہیں۔ جمعرات کی لڑائی میں ۱۵ ہزار جرمن سپاہی مارے گئے۔ اور ان کا بہت سا سامان ضائع ہوا۔ درمیانی مورچہ کی لڑائی کے بارہ میں کوئی تازہ خبر نہیں آئی۔ یوکرین میں دشمن کا بھاری نقصان ہو رہا ہے۔ کیف کی روسی فوجوں نے دشمن کے دو ڈویژنوں کا صفایا کر دیا ہے۔ جرمن دریائے نیپر کو پار کرنے کی بار بار کوشش کرتے ہیں۔ مگر انہیں شدید نقصان اٹھا کر ناکام رہنا پڑتا ہے۔ روس کے اعلان میں بتایا گیا۔ کہ اوڈیسہ کے مورچہ پر جرمن اور رومانوی سپاہی اتنی زیادہ تعداد میں زخمی ہوئے ہیں۔ کہ جرمن انہیں اٹھا کر مورچوں کے پیچھے نہیں لے جا سکتے بلکہ انہیں سڑکوں پر مرنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ جرمنوں کے پاس ایمبولنسوں کی بہت کمی ہے۔ ہٹلر سخت کوشش کر رہا ہے۔ کہ اس لڑائی کا فیصلہ سردیوں سے قبل ہو جائے۔ مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ روسیوں کے جوابی حملے اب زور پکڑتے جا رہے ہیں۔

لنڈن ۷ ستمبر۔ پیہم ناکامیوں کی وجہ سے ہنگری کا چیف آف دی جنرل سٹاف بیماری کے بہانہ اپنے عہدہ سے علیحدہ ہو گیا ہے۔

لنڈن ۷ ستمبر۔ ترک گورنمنٹ نے اپنے ایرانی سفارت خانہ میں جرمنوں کو ٹھہرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے۔

لنڈن ۷ ستمبر۔ ہمارے ہوائی جہازوں نے کل رات ناروے کے مغربی کنارے کی ایک بندرگاہ پر سخت حملہ کیا۔ مچھلی کے تیل کے ایک کارخانہ میں آگ لگ گئی۔ اس کے علاوہ رائن لینڈ کے کارخانوں پر بھی چھاپے مارے گئے۔ نیز ریلوں۔ سڑکوں اور دوسری اہم جگہوں پر بم برسائے گئے۔ اس کے بعد ہمارے آٹھ ہوائی جہاز واپس نہ آ سکے۔

شملہ ۷ ستمبر۔ آج طہران سے خبر آئی ہے کہ جو لوگ شہر سے چلے گئے تھے وہ واپس آ رہے ہیں۔ سب دکانیں کھل گئی ہیں۔ اور کھانے پینے کی چیزیں بافراط مل رہی ہیں۔ لوگ سمجھوتہ کی آخری شرائط کا انتظار کر رہے ہیں۔ جرمن بہت گھبرائے ہوئے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ انہیں روسیوں کے حوالے نہ کیا جائے بلکہ انگریزوں کے قبضہ میں دے دیا جائے۔

قاہرہ ۷ ستمبر۔ ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے۔ کہ ہمارے دستوں نے حملہ کر کے دشمن کی تین چوکیاں برباد کر دیں۔ مصر کی سرحد پر بھی گشتی دستے مصروف رہے۔

لنڈن ۷ ستمبر۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ گذشتہ ماہ دشمن کے جو جہاز رسد وغیرہ لے کر لیبیا جا رہے ہے۔ ان میں سے نصف یا تو غرق کر دیئے گئے۔ یا ان کو نقصان پہنچایا گیا

لنڈن ۷ ستمبر۔ جرمن آبدوز نے امریکن تباہ کن جہاز پر بحر اٹلانٹک میں جو حملہ کیا تھا۔ اس کے متعلق نازی گورنمنٹ نے یہ ڈیفنس پیش کیا ہے۔ کہ آبدوز نے اپنی حفاظت کے لئے ایسا کیا جس پر امریکن جہاز نے حملہ کیا تھا۔

لنڈن ۷ ستمبر۔ گذشتہ دو ماہ میں برطانیہ کے جہازوں کے نقصان کی اوسط گذشتہ ۹ ماہ کے نقصانات کی اوسط سے بہت کم ہے

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی